Iḥyā ͗al ͑ulūm, Vol.:25, Issue,2: July-December 2025
PP: 1-32

OPEN ACCESS
Iḥyā ͗al ͑ulūm
ISSN (Online): 2663-6263
ISSN (Print): 2663-6255
www.joqs-uok.com

خلافت راشدہ کے دوران سماجی تحفظ کے اقدامات کا ایک تجزیاتی اور فلسفیانہ مطالعہ

An Analytical and Philosophical Study of Social Protection Measures during the Khilafat-e-Rashida

Dr. Saad Jaffar
Lecturer Islamic Studies, Abbottabad University of Science and Technology, Abbottabad, Pakistan.
Email: saadjaffar@aust.edu.pk

Hadiqa Atif
,Lecturer, Department of Philosophy
Kinnaird college for Women University, Lahore
Email: hadiqa.atif@kinnaird.edu.pk

Abstract

The era of the Khilafat-e- Rashida represents a golden period in Islamic history in which the principles of the State of Madinah were practically implemented. During this period, comprehensive and well-coordinated measures for social protection were introduced, firmly grounded in the teachings of the Qur'an and Sunnah. This system was based on justice and equality, the protection of human rights, and public welfare, and it proved to be equally beneficial not only for Muslims but also for non-Muslim citizens. During the era of the Khilafat -e-Rashida, initiatives such as the establishment of the Bayt al-Māl, the institutionalization of Zakat and charitable systems, care for orphans and widows, relief activities during times of famine, and the protection of non-Muslim rights played a vital role in promoting peace, stability, justice, and social harmony within society. Hazrat Abu Bakr Siddiq (RA) laid the foundation of social equality by enforcing the system of Zakat and adopted a firm stance against those who refused to pay it. Hazrat Umar Farooq (RA) transformed state administration into an institutional framework, strengthened the Bayt al-Māl,

CC BY

and launched large-scale welfare initiatives, including agricultural reforms, canal construction, and public development projects. Hazrat Uthman Ghani (RA) ensured economic growth by promoting trade and commercial activities, while Hazrat Ali (RA) further consolidated the principles of justice and equality and introduced significant judicial reforms within the state. These measures hold exceptional relevance in the contemporary world, as the need for social protection systems and welfare states is strongly felt across the globe today. Modern societies can greatly benefit from the principles of the Khilafat Rashida, where fair distribution of resources, care for vulnerable segments of society, and the enforcement of justice and equity were ensured. In the present era, challenges such as poverty, class division, inequality, insecurity, and social injustice demand urgent solutions, making the adoption of the Islamic welfare state model a critical necessity. The social protection system established during the period of the Khilafat-e- Rashida was not only exemplary in its own time but remains highly relevant even today. These principles and practical efforts serve as a model for nations worldwide, demonstrating how a society founded on religious and moral values can guarantee the fulfillment of basic needs for all its citizens. Therefore, this study will examine the robust social protection measures implemented during the era of the Khilafat-e-Rashida, which continue to serve as a practical model for the modern world, and will highlight their contemporary relevance. The research adopts an analytical, deductive, and descriptive methodological approach.

***Key Words**: Khilafat-e- Rashida, Social Protection, Islamic Welfare State, Bayt al-Mal, Justice and Equality.*

تمہید:

اسلامی تاریخ میں خلافت راشدہ کا دور ایک اہم اور روشن باب کی حیثیت رکھتا ہے، جہاں ریاست مدینہ کے اصولوں کو عملی شکل دی گئی۔ اس دور میں خلفائے راشدین نے قرآن و سنت کی روشنی میں سماجی تحفظ کے مؤثر اقدامات کیے، جن کی بنیاد عدل، مساوات، انسانی حقوق کے تحفظ، اور عوامی فلاح و بہبود پر رکھی گئی۔ یہ نظام مسلم اور غیر مسلم دونوں کے لیے

یکساں طور پر فائدہ مند ہے۔ موجودہ دور میں جب دنیا سماجی انصاف، معاشرتی بہبود، اور فلاحی ریاست کے قیام کے لیے کوشاں ہے، خلافت راشدہ کے سماجی اصولوں اور اقدامات کی اہمیت اور افادیت مزید نمایاں ہو جاتی ہے۔ یہ مضمون ان اصولوں اور اقدامات کو جدید تناظر میں پیش کرتے ہوئے ان کی موجودہ افادیت پر روشنی ڈالے گا۔

سماجی تحفظ کا مفہوم اور اہمیت:

سماجی تحفظ معاشرتی بہبود کا ایک اہم جزو ہے، جو ہر شہری کی ضروریات کی جائزہ لیتا ہے اور قانونی ڈھانچے کے تحت ان کا جواب فراہم کرتا ہے، جس میں حقوق اور ذمہ داریوں کی وضاحت کی جاتی ہے اور ان کے درمیان توازن قائم رکھا جاتا ہے۔ یعنی سماجیات کی ذیلی برانچ ہے، جس میں انسانی ضروریات کو موضوع بحث بنایا جاتا ہے اور اُن ضروریات کو پورا کرنے کے لائحہ عمل تشکیل دیا جاتا ہے۔ جس کے نتیجے میں اُن کے حقوق کا تحفظ ہوتا ہے۔

سماجی تحفظ سے مراد وہ اقدامات اور نظام ہیں جو ریاست یا معاشرہ اپنے شہریوں کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے وضع کرتا ہے، تاکہ کوئی بھی فرد فقر و فاقہ، بیماری، معذوری، بڑھاپے یا دیگر مشکلات کا شکار نہ ہو۔ یہ نظام افراد کو معاشی تحفظ فراہم کرتا ہے اور ان کی فلاح و بہبود کو یقینی بناتا ہے۔

> Social security is the protection that a society provides to individuals and households to ensure access to health care and to guarantee income security, particularly in cases of old age, unemployment, sickness, invalidity, work injury, maternity or loss of a breadwinner.[1]

> (سماجی تحفظ وہ نظام ہے جو معاشرتی سطح پر افراد اور خاندانوں کو صحت کی دیکھ بھال کی سہولیات تک رسائی فراہم کرتا ہے اور آمدنی کے تحفظ کی ضمانت دیتا ہے، خاص طور پر بڑھاپے، بے روزگاری، بیماری، معذوری، کام کی چوٹ، زچگی یا کمانے والے کے نقصان کی صورت میں۔)

یعنی اس کے ذریعے لاچار، فقیر، مسکین، بے سہارا، معذور اور ضرورت مند افراد کی جہاں نگہداشت کی جاتی ہے، وہیں ان کے سماجی و معاشرتی حقوق کا خیال رکھنا حکومت اور بر سر اقتدار افراد کی دینی ذمہ داری ہوتا ہے۔ جن کا عملی صورت میں اظہار بھی ضروری ہوتا ہے۔ سماجی تحفظ کا دائرہ کار بہت وسیع ہے، یہ افراد کی صحت، معاش، تعلیم، امن وامان، انصاف وغیرہ کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ اس کا تعلق اقتصادی اور سیاسی نظام کے ساتھ بھی جڑا ہوا ہے۔

> **الواقع ان الضمان الاجتماعی ھو نظام اقتصادی اجتماعی سیاسی تقوم بہ الدولۃ لغرض حمایۃ کافۃ الافراد وقایۃ وعلاجا بصورۃ مباشرۃ ضد مخاطر الجھل والمرض والفقر لتضمن لھم حیاۃ کریمۃ لائقۃ...ھو نظام رسمی تقوم بہ الدولۃ بالذات لحمایۃ**

جميع الافراد قاطبة ضد جميع المخاطر والحاجات المعاشية والمتصلة بالمعيشة اتصالا مباشرا عن قرب او بعد كالحاجات الثقافية والصحية ويقوم هذا النظام على اساس العمل والنشاط اولاً، على اساس نهيئة العمل الجميع وتهيئتهم هم للعمل اسكی يعيشوا من كسبهم الذاتی اصلا۔[2]

(در حقیقت، سماجی تحفظ ایک معاشی، سماجی اور سیاسی نظام ہے جس کا مقصد تمام افراد کو جہالت، بیماری اور غربت کے خطرات سے براہ راست تحفظ فراہم کرنا ہے، یہ ایک باوقار اور پر اعتماد زندگی کی ضمانت دینے کے لیے ریاست کی طرف سے قائم کیا گیا ہے تاکہ تمام افراد کو تمام خطرات سے بچایا جاسکے۔ تمام کاموں کو ختم کرنا اور انہیں کام کے لیے تیار کرنا تاکہ وہ اصل میں اپنی کمائی سے زندگی گزار سکیں۔)

یعنی سماجی تحفظ ریاست تحت چلنا ایسا موثر سسٹم ہے، جس کا مقصد معاشی، سماجی اور سیاسی سطح پر افراد کو تحفظ فراہم کرنا ہے۔اس میں تعلیم، صحت، روزگار اور معاشرتی انصاف جیسے پہلو شامل ہیں، جن سے نہ صرف معاشرتی عدم مساوات کم ہوتی ہے بلکہ افراد کو معاشرے کا فعال حصہ بننے کا موقع ملتا ہے۔یوں یہ نظام انفرادی ترقی کے ساتھ معاشرتی ترقی کا ضامن بھی بنتا ہے۔اسلامی تعلیمات میں سماجی تحفظ کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ مسلمانوں کو ایک دوسرے کی مدد کا حکم دیا گیا۔ صاحبِ ثروت کے مال میں ضرورت مندوں کا حق مقرر فرمایا، جو کہ سماجی تحفظ کی ایک بنیادی شکل ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَ الْمَحْرُوْمِ[3]

اور ان کے مالوں میں حق ہے مانگنے والے اور محروم کے لئے

معلوم ہوا کہ جنہیں مال ودولت سے نوازا، وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ رزق میں سے سائلین (اپنی ضرورت کا سوال کرنے) اور نہ مانگنے والوں پر بھی خرچ کرتے ہیں۔ رزق خداوندی کو کن کن پر خرچ کرنے چاہیے اس بابت صاحبِ معالم العرفان رقم طراز ہیں:

اس مقام پر جس حق کا تذکرہ ہے وہ زکوٰۃ کے علاوہ حق ہے۔۔۔اپنے عزیز واقربا کے علاوہ بھی کوئی مسلمان مجبور ہو جاتا ہے تو مالدار آدمی کے ذمے واجب ہے کہ اس کی حاجت براری کرے اسی طرح دوران سفر اگر کوئی مسلمان مال ضائع کر بیٹھا ہے، سواری گم ہوگئی ہے۔ کوئی حادثہ پیش آگیا ہے یا راستہ منقطع ہو گیا تو اس کا خرچہ برداشت کرنا بھی دوسرے مسلمان پر لازم آتا ہے۔۔۔ بعض جاندار

بھی محرومین میں شامل ہیں۔اور صاحب حیثیت لوگوں کے مالوں میں ان کا بھی حق ہے بہر حال فرمایا کہ ان کے مالوں میں حق ہے محتاجوں کے لیے جو سوال کرتے ہیں۔۔۔اور ناداروں کے لیے جو سوال سے بچتے ہیں یا جن کا کوئی حق مقرر نہیں ہے۔[4]

سماجی تحفظ کی وجہ سے مال دار کو حکم دیا گیا کہ خرچ کریں۔رسول اللہ ﷺ نے بھی معاشرتی تحفظ کے نظام کو فروغ دیا۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ» ، ثُمَّ أَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى صَدْرِهِ فَقَالَ: «التَّقْوَى هَاهُنَا» [5]

(مسلمان (دوسرے) مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے اور نہ اس کی تحقیر کرتا ہے۔اور آپ ﷺ نے اپنے سینے کی طرف تین بار اشارہ کیا اور فرمایا: تقویٰ یہاں ہے۔)

یہ حدیث بحیثیت مسلمان کے آپسی تعلق کی جانب رہنمائی کرتی ہے، کہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ کیسے ہوں، وہیں سماجی ذمہ داریوں کی بھی واضح فرماتی ہے کہ ایک دوسرے پر ظلم بھی نہیں کرنا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کسی مسلمان بھائی کو حقیر نہیں جاننا اور بوقت ضرورت اُس کی مدد کرنی ہے، جو کہ سماجی ذمہ داریوں کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ریاستی افراد کو جب ایک دوسرے کے خیال رکھنے کی تلقین کی جارہی ہے۔تو ریاست پر زیادہ احسن انداز سے اس ذمہ داری کو پورا کرنا ضروری ہے کہ وہ عوام کو بھوک اور خوف سے بچائے اور سماجی تحفظ کی نگہبانی کرے۔اس کے علاوہ سماجی تحفظ کے نظام سے معاشرتی ہم آہنگی اور تعاون کو فروغ ملتا ہے، جو کہ کسی بھی معاشرے کی ترقی کے لیے اہم ہے۔

الغرض ریاست یا معاشرے کے ذریعے افراد کو معاشی، سماجی اور سیاسی خطرات سے محفوظ رکھنے والے نظام اور لائحہ عمل کو سماجی تحفظ کا نام دیا جاتا ہے۔اس کا مقصد بیماری، فقر، بے روزگاری اور معذوری جیسے مسائل سے بچا کر افراد کو باوقار زندگی فراہم کرنا ہے، جن سے نہ صرف معاشرتی عدم مساوات کم ہوتی ہے بلکہ افراد کو معاشرے کا فعال حصہ بننے کا موقع بھی ملتا ہے۔اسلامی تعلیمات میں سماجی تحفظ کو خصوصی اہمیت دی گئی ہے، جہاں صاحب حیثیت افراد کو ضرورت مندوں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ان پر خرچ کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے بھی باہمی تعاون اور فلاح کا درس دیا۔یہ نظام انفرادی ترقی کے ساتھ معاشرتی ہم آہنگی کو فروغ دیتا ہے اور معاشرتی استحکام و ترقی کا ضامن بنتا ہے۔

سماجی تحفظ کی معاشرتی ضرورت واہمیت:

ایک مستحکم اور پر امن معاشرہ تشکیل دینے کے لیے سماجی تحفظ کا قیام ناگزیر ہے۔معاشرہ کو اعلیٰ اوصاف سے مزین

کرنے کے لیے دیگر عملی اقدامات کے ساتھ سماجی تحفظ یعنی تمام افراد کی معاشرتی، معاشی، طبّی، تعلیمی وغیرہ سہولیات سے نوازنا ازبس ضروری ہے۔ اسی مقصد کو ملحوظ رکھتے ہوئے عملی اقدامات کیے جاتے ہیں۔ تمام تہذیبوں میں افراد کی ان ضروریات کو پورا کرنے کے احکام اور عملی طریقہ کار اختیار کیے گئے۔ دین اسلام (اسلامی تہذیب) میں بھی ایسا فعال نظام متعارف کروایا، جو ایک طرف افراد کو مالی تحفظ فراہم کرتا ہے تو وہیں اخلاقی و روحانی تربیت کا بھی ذریعہ ہے۔ سماجی تحفظات کو عبادت، ثواب اور جزاء و سزا کے ساتھ متعلق اور جوڑا گیا، جس کی وجہ سے اس کی اہمیت مزید دوچند ہو جاتی ہے۔ قرآن مجید میں سماجی انصاف اور تحفظ کے متعدد پہلوؤں پر زور دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دولت کی منصفانہ تقسیم، یتیموں، مساکین اور کمزور طبقات کے حقوق کے تحفظ کو ضروری قرار دیا ہے۔

مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ[6]

(جو مال بھی اللہ نے اپنے رسول کو بستی والوں سے ہے وہ اللہ کے لیے اور رسول کے لیے اور (پیغمبر کے) قرابت والوں، اور یتیموں، اور حاجتمندوں اور مسافروں کے لئے ہے۔ تاکہ جو لوگ تم میں دولت مند ہیں ان ہی کے ہاتھوں میں نہ پھرتا رہے۔)

یعنی دشمن سے لڑے بھڑے بغیر مسلمانوں کے قبضے میں جو مال آجائے، اُس کی تقسیم اور مصارف کی جانب رہنمائی فرمائی۔ جس میں تاکید اس بات کی ہے کہ معاشرے میں دولت چند ہاتھوں میں مرکوز نہ ہو بلکہ اس کی تقسیم منصفانہ طریقے سے کی جائے تاکہ معاشرتی عدم مساوات کا خاتمہ ہو سکے۔ اسی طرح زکوٰۃ و صدقات کو غریبوں پر خرچ کرنا کا حکم دینا،[7] یتیم کے مال کو ناحق کھانے کی ممانعت[8] درحقیقت معاشرہ کے کمزور اور نادار طبقات کے مالی و سماجی تحفظ کے اصول و ضوابط مقرر فرمائے۔ قرآن پاک کی طرح متعدد احادیث میں انہی معاشرہ کے کمزور افراد و طبقات کے سماجی تحفظ کے احکام اور طریقہ کار مقرر فرمائے۔ جیسے غریب ہمسائے کے حقوق اور سماجی تحفظ کا تذکرہ کچھ یوں فرمایا: بو کھ

يَقُولُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَيْسَ الْمُؤْمِنُ الَّذِي يَشْبَعُ وَجَارُهُ جَائِعٌ»[9]

نبی کریم ﷺ کو فرماتے سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص مومن نہیں، جو خود تو سیر ہو کر کھاتا ہے، جب کہ اس کا پڑوسی بھوکا/فاقہ میں ہے۔

اس حدیث کے ذریعے معاشرتی ہم آہنگی اور سماجی ذمہ داری کا درس دیا گیا، اس کے علاوہ بے کس و بے سہارا بچے کی کفالت کی اہمیت کو بتلاتے ہوئے فرمایا: ''میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ نے شہادت اور درمیانی انگلیوں کے اشارہ سے (قرب کو) بتایا۔''[10]

اس طرح معاشرتی فلاح و بہبود کے طریقہ کا درس دینے کے ساتھ اُس کی اہمیت اور اجر وثواب کا اظہار عمل پر برانگیختہ کرتا ہے۔ مساکین کی حفاظت اور دیگر معاشرے کے مظالم طبقات سے متعلقہ احکام سے جہاں ان کے حقوق کا سماجی تحفظ ہوتا ہے، وہیں ایک معاشرہ کو اعلیٰ اخلاق وصفات سے متصف کرنے کا لائحہ عمل بھی طے ہوتا ہے۔ مسلم مفکرین بالخصوص امام غزالی، ابن تیمیہ، ابن خلدون اور دیگر مفکرین نے سماجی نظام اور ان کے تحفظ کے لیے کسی بھی فلاحی ریاست کے لیے اپنے افراد کی روزمرہ کی ضروریات کو اچھے پورا کرنا اور اُن کے احوال کی خبر گیری کرنے کو ضروری قرار دیا ہے۔ اس فکری رجحان کا تذکرہ ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی کچھ اس انداز سے کیا ہے:

> "ریاست کے دائرے میں رہنے والے ہر فرد کی بنیادی زندگی کی ضروریات، جیسے خوراک، لباس، رہائش، صحت اور تعلیم وغیرہ، کو پورا کرنے کا انتظام کیا جائے۔ ان کی فراہمی کو اس قدر یقینی بنایا جائے کہ ہر شہری ایک باوقار زندگی گزار سکے۔"[11]

اسلامی سماجی نظام کی حفاظت کے لیے اقتصادی نظام کا مضبوط ہونا ضروری ہے، جس کے زکوٰۃ وصدقات پر عمل کرنے کو ضروری قرار دیا۔ یعنی زکوٰۃ وصدقات کا نظام سماجی نظام کی حفاظت کا ضامن ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد خان نے اسلام کے اقتصادی نظام بالخصوص زکوٰۃ اور صدقات کی افادیت سماجی تحفظ کو قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> اسلام کے قانونی نظامِ معیشت میں اس بات کا اہتمام کیا گیا ہے کہ معاشرے میں مالی فرق وتفاوت کو کم کیا جائے۔ اس لیے اسلام نے زکوٰۃ کا نظام قائم کیا ہے۔۔۔ تاکہ معاشرے میں پیدا ہونے والی ناہمواری کا سدباب ہو۔ اور ایسا نہ ہو کہ کچھ لوگ بھوکے اور ننگے رہ جائیں اور ان کی بنیادی ضرورتیں بھی پوری نہ ہوں۔۔۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ کسی بھی معاشرے میں یا کسی بھی ملک میں جو بھی ذرائع پیداوار اللہ نے تخلیق فرمائے ہیں اس سے جو کچھ بھی حاصل ہوا، اس کی ایک منصفانہ تقسیم ہو۔ معاشرے کے تمام افراد پیداوار اور دولت سے متمتع ہوں اور گردش دولت صرف اغنیاء کا مصداق نہ بنے۔[12]

یعنی اسلام کا بنیادی مقصد معاشرے کے بے سہارا لوگوں کی کفالت کا انتظام کرنا اور اُن کی ضروریات زندگی کو پورا کرنا ہے۔ جس کے لیے زکوٰۃ کا نظام جاری کیا۔ زکوٰۃ کا حصول اور اُس کو مصرف پر خرچ کرنے کی ذمہ داری حکومت وقت پر عائد ہے، تاکہ کوئی بھی نادار زندگی کی بنیادی ضروریات سے محروم نہ ہو۔ یہی سماجی تحفظ ہے۔

الغرض سماجی تحفظ ایک مستحکم اور پر امن معاشرے کے قیام کے لیے ناگزیر ہے۔ اسلام نے مالی تحفظ کے ساتھ اخلاقی وروحانی تربیت پر بھی زور دیا۔ قرآن واحادیث میں دولت کی منصفانہ تقسیم، یتیموں، مساکین، اور ضرورت مندوں

کے حقوق کی حفاظت پر تاکید کی گئی۔ زکوٰۃ و صدقات کا نظام سماجی تحفظ کا ضامن ہے۔ مسلم مفکرین نے ریاست کی ذمہ داری قرار دی کہ وہ ہر فرد کی بنیادی ضروریات پوری کرے تاکہ معاشرتی ہم آہنگی قائم ہو۔

عہدِ خلفائے راشدین میں سماجی تحفظ کے اصول و اقدامات:

عہدِ خلفائے راشدین میں سماجی تحفظ کے اصول و اقدامات اسلامی معاشرتی نظام کی بنیاد تھے۔ جس کا مقصد معاشرتی عدل، فرد اور معاشرے کی فلاح و بہبود کو یقینی بنانا تھا، نیز اس دور میں حکام نے عوامی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے سماجی تحفظ کے مختلف پہلوؤں پر توجہ دی گئی، جن میں غربت کا خاتمہ، یتیموں اور بیواؤں کی دیکھ بھال، معذوروں کی مدد، اور عمومی فلاحی اقدامات شامل ہیں، نیز تمام افراد کو برابری کی بنیاد پر حقوق ملنے کے اقدامات شامل ہیں۔اس کے علاوہ خلفاء نے مارکیٹوں کی نگرانی کرنے کے احکام صادر کیے، جس سے لوگوں کو معیاری اشیاء سستی قیمتوں پر دستیاب ہوئیں۔ان اقدامات کے نتیجے میں سماجی تحفظ کی بنیاد مضبوط ہوئی اور ایک ایسا معاشرتی ڈھانچہ قائم ہوا جس میں عوامی فلاح و بہبود کو ترجیح دی گئی۔اس عہد میں سماجی تحفظ کے اصول اور عملی اقدامات کو مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔

ا۔ دولت کی منصفانہ تقسیم:

اسلامی نظام میں دولت کی منصفانہ تقسیم کو بنیادی اہمیت دی گئی ہے تاکہ معاشرے میں طبقاتی فرق کم ہو اور ہر فرد اپنی بنیادی ضروریات پوری کر سکے، چنانچہ قرآن مجید میں جہاں امیروں کے درمیان گردش مال کی ممانعت پر زور دیا گیا، وہیں اللہ تعالیٰ کے عطا شدہ مال کو اُس کی راہ میں خرچ کرنے کی صورت میں وعید کا بھی تذکرہ ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۗ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ[13]

(اے ایمان والو! بہت سے احبار اور رھبان لوگوں کا مال ناحق کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں، اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجیے)

یعنی ناحق طریقہ سے عوام کا مال حاصل کرتے ہیں اور اُسے راہ خدا میں خرچ سے منع کرتے ہیں۔ جن سرمایہ داروں کے پاس اپنا مال ہے، اُسے بھی غریبوں اور مسکینوں پر خرچ نہیں کرتے۔ جس پر وعید ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جو مال دیا اُس میں غریبوں اور ناداروں کا بھی حصہ ہے۔اُن پر خرچ کر کے ہی اس وعید سے بچا جا سکتا ہے۔جو مال کو راہ خدا میں خرچ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے مزید نوازتے ہیں:

عن أبي هريرة رضي الله عنه: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "قال الله: أنفق يا ابن آدم أنفق عليك"[14]

(حضرت ابو ھریرۃؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ فرماتے ہیں: اے ابن آدم! تو (مخلوق خدا پر) خرچ کر (تو) میں تیرے اوپر خرچ کروں گا۔)

آپ ﷺ کا بکثرت راہ خدا میں خرچ کرتے تھے، چنانچہ خلفائے راشدین نے رحمت للعالمین ﷺ کے عملی طریقہ کار کو اپنایا۔ حکومت سطح پر بیت المال کے ذریعے ایک مؤثر نظام تشکیل دیا۔

بیت المال کے ذریعے دولت کی منصفانہ تقسیم یقینی بنائی گئی۔ زکوٰۃ اور صدقات جیسے ذرائع کے ذریعے غرباء اور ضرورت مندوں کو مالی معاونت فراہم کی گئی تاکہ دولت چند ہاتھوں میں محدود نہ رہے۔ اس کے علاوہ دشمن سے حاصل ہونے والے مالِ غنیمت اور فیء کی تقسیم میں بھی اسی اصول کو پیش نظر رکھا گیا۔ جس کی وجہ سے طبقاتی فرق کم ہوا اور سماجی انصاف عام ہوا اور ایک مضبوط اقتصادی نظام قائم ہو، جس نے عوامی وسائل کی منصفانہ تقسیم کو ممکن بنایا۔

۲. رعایا کو باوقار زندگی فراہم کرنا:

خلافت راشدہ کے زمانے میں مسلمانوں نے اپنی زندگی کو اسلامی اصولوں اور تعلیمات کے مطابق ترتیب دیا۔ اس دور میں خلفائے راشدین نے عوام کو باوقار، معیاری، اور انصاف پر مبنی زندگی فراہم کرنے کے لیے کئی اہم اقدامات کیے۔ یہ اقدامات معاشرتی، اقتصادی، اور قانونی لحاظ سے اہم تھے، جن کی بدولت خلافت نے ایک فلاحی ریاست کی صورت اختیار کی۔ خلفائے راشدین کی اس حکمت عملی کا بنیادی مقصد صرف لوگوں کے لیے بنیادی ضروریات فراہم کرنا نہیں تھا، بلکہ ایک باوقار اور خوشحال زندگی کو یقینی بنانا تھا۔ ان کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا عملی مظہر ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ [15]

مومن مرد و عورت میں سے جو نیک عمل کرے تو ہم یقیناً نہایت بہتر زندگی عطا فرمائیں گے اور ان کے نیک اعمال کا بہتر بدلہ بھی انھیں ضرور ضرور دیں گے۔

یعنی اعمال صالحہ کی غرض سے اور لوگوں کے لیے آسانی اور مشکلات کو دور کرنے کی غرض سے اللہ تعالیٰ کے عطاء شدہ مال کو رعایا پر خرچ کرتے اور اُن کے لیے سہولت پیدا کرنے کے عملی اقدامات فرمائے اخروی اجر کے حصول کے پیش نظر۔ خلفائے راشدین کا طریقہ اس پر شاہد اور تاریخی حوالوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے، جیسے

حضرت عمرؓ نے جب لوگوں کو وظائف دیے تو اس کے ساتھ انہیں خوراک بھی فراہم کرنے کا انتظام کیا اور مختلف علاقوں میں مقرر اپنے گورنروں کو یہی حکم دیا۔[16] اسی طرح حضرت عمرؓ نے ہر مرد اور عورت کے لیے ماہانہ دو جریب گندم، دو پیمانے تیل، ایک پیمانہ سرکہ، اور ہر سال ایک سو درہم مقرر فرمایا۔[17]

رمضان کے مہینے میں ہر فرد کے لیے روزانہ ایک درہم کا اضافہ کیا جاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی ازواجِ مطہرات کے لیے روزانہ دو درہم مقرر کیے گئے۔[18]

حضرت عثمانؓ نے لوگوں کے وظائف میں مزید اضافہ کیا، یعنی سو درہم کا اضافہ کیا۔ انہوں نے حضرت عمرؓ کے طریقہ اور سنت کو برقرار رکھتے ہوئے رمضان کے مہینے میں لوگوں کے لیے مزید وسعت دی۔ اس کے ساتھ انہوں نے مسجدوں میں مسافروں، عبادت گزاروں، فقراء، اور محتاجوں کے لیے کھانے کا انتظام بھی کیا۔[19]

حضرت علیؓ نے جب اپنے گورنر کو مصر روانہ کیا تو انہیں رعایا کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرنے اور محبت سے پیش آنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: "اپنے دل میں رعایا کے لیے رحم پیدا کرو، ان سے محبت کرو اور ان کے ساتھ نرمی برتو۔ ان پر ایسا درندہ نہ بن جانا جو ان کے مال و دولت کو ہڑپ کرنے کے لیے تاک میں ہو۔ انہیں اپنی بخشش اور درگزر کا وہی معاملہ دو جو تم اللہ سے اپنے لیے چاہتے ہو۔"[20]

خلافتِ راشدہ کے دور میں خلفائے راشدین نے اسلامی اصولوں کے مطابق عوام کی زندگی کو باوقار، معیاری، اور انصاف پر مبنی بنانے کے لیے اہم اقدامات کیے۔ ان کا بنیادی مقصد صرف بنیادی ضروریات پوری کرنا نہیں تھا بلکہ خوشحال زندگی کو یقینی بنانا تھا، جو قرآن کریم کی تعلیمات کا عملی مظہر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عوام کے لیے وظائف اور خوراک کی فراہمی کا نظام متعارف کروایا اور گورنروں کو رعایا کے لیے سہولتیں فراہم کرنے کا حکم دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وظائف میں مزید اضافہ کیا اور مسجدوں میں فقراء، مسافروں، اور محتاجوں کے لیے کھانے کا انتظام کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے گورنروں کو رعایا کے ساتھ رحم، محبت اور انصاف سے پیش آنے کی ہدایت دی۔ یہ اقدامات اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک فلاحی ریاست کے قیام کا عملی نمونہ تھے۔

۳. رعایا کی خدمت اور مشکل میں کام آنا:

عہدِ خلفائے راشدین اسلامی تاریخ کا ایک مثالی دور ہے، جہاں رعایا کی خدمت کو اولین ترجیح دی گئی، ہر مشکل حالات میں حکمران عملاً سب سے حالات کا سامنا کرتے، جس کی وجہ سے افراد میں ان مشکل کا سامنا کرنا سہل ہو جاتا ہے، یعنی حکمرانوں نے رعایا کی خدمت، فلاح و بہبود، اور مشکل وقت میں ان کی مدد کو اپنی ذمہ داری سمجھا۔ مشکل حالات میں رعایا کی خدمت اور اُن کی خبر گیری کرنا اس س فرمان کا عملی مظہر تھا۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال:" الا کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ، فالامیر الذي علی الناس راع علیھم وھو مسئول عنھم---[21]

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خبردار سن لو! تم میں سے ہر شخص اپنی رعایا کا نگہبان ہے اور **(قیامت کے دن)** اس سے اپنی رعایا سے متعلق بازپرس ہو گی۔۔۔)

کہ تم رعایا کی خبر گیری شریعت اور اللہ کے رسول کے طریقہ کے مطابق کی یا نہیں۔اس بارے سوال کیا جائے گا۔

اسی وجہ سے خلفائے راشدین نے عملی ہادی عالم ﷺ کے احکام اور طریقہ کار کو اپنایا اور ہر مشکل وقت رعایا کے لیے تسلی وسکون کا سامان پیش کیا(کہ اُس مشکل کا سب سے پہلے خود سامنا کیا اور خود کو رعایا سے الگ نہیں کیا۔)، جیسے

مدینہ منورہ میں قحط کے دوران کے واقعات: جب لوگوں پر قحط شدید ہو گیا اور قبائل عرب ہر طرف سے مشکلات کا شکار ہو کر مدینہ کا رخ کرنے لگے تو حضرت عمرؓ کو ان کے حالات کی فکر لاحق ہوئی۔آپ نے مختلف افراد کو مقرر کیا تا کہ وہ ان لوگوں کی دیکھ بھال کریں اور ان میں خوراک اور سالن تقسیم کریں۔ہر شخص کو مدینہ کے ایک حصے کا انچارج بنایا گیا۔جب شام ہوتی تو وہ سب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوتے اور دن بھر کی صورتحال سے انہیں آگاہ کرتے۔ان لوگوں کی تعداد تقریباً ساٹھ ہزار تک پہنچ گئی تھی۔[22]

اس قحط کے دوران حضرت عمرؓ کا خدمت کرنا اور گھر کی صورت حال: حضرت عمرؓ کے دیگچے صبح کے وقت تک کام کرنے والے مزدوروں کے زیر نگرانی کھانے تیار کرتے تھے تا کہ بیماروں کو کھلایا جا سکے۔آپ نے حکم دیا کہ زیتون کا تیل اُبال کر دیا جائے تا کہ لوگوں کو کھانے میں آسانی ہو۔[23]

قحط کے اس زمانے (جسے ''زمانۂ رمادہ'' کہا جاتا ہے) میں آپ کے گھر والوں نے بھی کوئی خاص کھانا نہ چکھا، سوائے اس کے جو عوام کے ساتھ کھایا جاتا تھا۔[24] اسی طرح مدینہ منورہ میں عورت کی ہاں بچے کی پیدائش کے وقت اپنی زوجہ کو خدمت کے لیے جانے والا واقعہ[25] اور بلکتے ہوئے بچوں کے لیے کھانے کا سامان مہیا کرنا اور خود تیار کرنا۔ بھی رعایا کی بابت آپؓ کے جذبات کی بہترین مثالیں ہیں۔

عہدِ خلافتِ راشدہ میں خلفاء نے رعایا کی خدمت کو اولین ترجیح دی۔ حضرت عمرؓ کے دور میں شدید قحط کے دوران آپ نے عوام کے لیے خوراک کی تقسیم کا نظام قائم کیا اور خود خوراک کی تیاری کی نگرانی کی۔ زیتون کا تیل ابالنے کا حکم دیا ،تا کہ لوگوں کو سہولت ہو۔آپ اور آپ کے اہل خانہ عوام جیسا سادہ کھانا کھاتے تھے۔بلکتے بچوں کے لیے کھانا تیار کرنا اور عورت کی خدمت میں اپنی زوجہ کے ساتھ جانا آپ کی خدمتِ خلق کا عملی نمونہ تھا۔

۴. لوگوں کی فلاح کے لیے چیزیں وقف کرنا:

عہدِ خلفائے راشدین میں عوامی فلاح و بہبود کے لیے وقف کا تصور اسلامی اصولوں کے مطابق پروان چڑھا۔ وقف

ایک ایسا منفرد نظام ہے جس کے تحت مال واملاک کو معاشرتی بہبود کے لیے مخصوص کر دیا جاتا ہے تاکہ عوام کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچے۔اس عمل کی بنیاد قرآن کریم کی تعلیمات پر رکھی گئی، جہاں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ[26]

(تم ہر گز نیکی کو نہ پہنچو گے جب تک اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ نہ کرو اور تم جو خرچ کرو اسے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔)

خلفائے راشدین نے خود اس اصول پر عمل کرتے ہوئے اپنے اموال عوامی بہبود کے لیے وقف کیے اور دوسروں کو ترغیب دی۔

وقف کا یہ نظام نہ صرف محتاجوں کی کفالت بلکہ تعلیمی، سماجی، اور اقتصادی ترقی کا ذریعہ بنا، جس نے خلافتِ راشدہ کو ایک فلاحی ریاست میں تبدیل کر دیا۔ خلفائے راشدین کی وقف کی کچھ مثالیں پیش خدمت ہیں:

- حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے دوران اپنا کچھ مال فقراء المسلمین کے لیے وقف کیا۔ صحابہ کرام نے ان کی پیروی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں: "جب حضرت عمر بن الخطابؓ نے خلافت کے دوران اپنی صدقہ کی دستاویز لکھی تو انہوں نے مہاجرین و انصار کے چند افراد کو بلایا اور ان کے سامنے گواہی لی۔ یہ خبر پھیل گئی تو میں نہیں جانتا کہ کسی مہاجر یا انصاری کے پاس مال ہو اور اس نے اپنا کوئی حصہ مستقل صدقہ نہ کر دیا ہو، جسے نہ بیچا جا سکتا تھا، نہ ہبہ کیا جا سکتا تھا اور نہ وراثت میں دیا جا سکتا تھا۔[27]
- حضرت علیؓ نے ینبع کے مقام پر ایک چشمہ، جس کا نام بغیبغات تھا، صدقہ کیا۔ مدینہ منورہ اور دیگر مقامات پر بھی حضرت علیؓ کی دیگر صدقات موجود تھے۔[28]
- بئر اریس، جو مسجد قباء کے مغرب میں واقع تھی، حضرت عثمانؓ کے صدقات میں شامل تھی، انہوں نے اسے مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا تھا اور اپنی خلافت کے دوران اس کو وسعت دی۔ حضرت عثمانؓ نے مدینہ کے بئر رومہ کو خریدا اور مسلمانوں کے لیے وقف کیا جو کہ اس وقت پانی کی فراہمی کا اہم ذریعہ بنا۔[29]

یہ اقدامات اسلام کے اس اصول کا عملی نمونہ تھے کہ معاشرے کے وسائل کو محدود افراد کے بجائے سب کے فائدے کے لیے استعمال کیا جائے۔ وقف کے اس نظام نے خلافتِ راشدہ میں معاشرتی بہبود اور مساوات کو فروغ دیا، جس کی برکتیں دورِ خلافت کے بعد بھی محسوس کی گئیں۔

۵. بے آباد زمینوں کو آباد کرنے کے ذریعے:

عہدِ خلافتِ راشدہ اسلامی تاریخ کا ایک روشن باب ہے جہاں نظامِ حکومت کا بنیادی محور عوامی فلاح و بہبود تھا۔ اس

دور میں زراعت، تجارت اور معیشت کے فروغ کے لیے اہم اقدامات کیے گئے۔ بے آباد زمینوں کو آباد کرنے کی ترغیب ایک نمایاں اقدام تھا جس کا مقصد نہ صرف معیشت کو مستحکم کرنا بلکہ سماجی خوشحالی کو یقینی بنانا بھی تھا۔ خلفائے راشدین کا یہ اقدام رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی روشنی میں تھا:

عن عائشة رضي الله عنها، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال:" من اعمر ارضا ليست لاحد فهو احق". قال عروة: قضى به عمر رضي الله عنه في خلافته.[30]

(حضرت عائشہ صدیقہؓ نے کہا نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے کوئی ایسی زمین آباد کی، جس پر کسی کا حق نہیں تھا تو اس زمین کا وہی حقدار ہے۔ عروہ نے بیان کیا کہ عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں یہی فیصلہ کیا تھا۔)

اس کی مزید توضیح ایک واقعہ سے ہوتی ہے، جسے امام طحاوی نے ذکر کیا ہے۔ "محمد بن عبید اللہ سے روایت ہے کہ بصرہ کا ایک شخص ابو عبد اللہ حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور کہا: "بصرہ میں ایک زمین ہے جو مسلمانوں کو نقصان نہیں پہنچاتی اور نہ ہی خراج کی زمین ہے۔ اگر آپ چاہیں تو مجھے عطا فرمادیں تاکہ میں وہاں گھاس، زیتون اور کھجور کے درخت لگاؤں۔" یہ شخص بصرہ میں فلاہیں لینے والا پہلا شخص تھا۔ حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعری کو خط لکھا: "اگر یہ زمین محفوظ علاقہ نہیں ہے تو اسے اس شخص کو دے دو۔"[31]

اس واقعہ کے بعد امام طحاوی فقہی اعتبار سے یا واقعہ کے فقہی پہلو کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس واقعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زمین کو آباد کرنے یا اس کی ملکیت حاصل کرنے کا اختیار خلیفہ کی اجازت سے مشروط رکھا۔ اگر اجازت ضروری نہ ہوتی تو آپ فرماتے کہ تم خود آباد کر کے مالک بن سکتے ہو۔ اس سے واضح ہوا کہ حضرت عمر کے نزدیک زمین کی آبادکاری امام کی اجازت سے ممکن تھی۔"[32]

خلفائے راشدین نے اسلامی تعلیمات کے تحت زراعت کو فروغ دینے کے لیے غیر آباد زمینوں کی آبادکاری کو باقاعدہ پالیسی کا حصہ بنایا، جس کے نتیجے میں زرعی ترقی اور خوراک کی دستیابی میں نمایاں اضافہ ہوا۔

۶. فقراء اور بیت المال کے جانوروں کے لیے چراگاہ کے ذریعے:

عوامی فلاح و بہبود کی بنیاد پر خلافت راشدہ میں زمین کے نظم و نسق اور زرعی وسائل کی تقسیم پر خاص توجہ دی گئی تاکہ نہ صرف مویشیوں کی افزائش کے لیے وسائل مہیا ہوں بلکہ عام مسلمانوں کے لیے بھی معاشی استحکام ممکن بنایا جا سکے۔ اس ضمن میں حمی[33] کی حدود میں توسیع ایک اہم اقدام تھا جو صدقہ اور جہاد کے مویشیوں کے لیے چراگاہوں کے قیام کے

مقصد سے کیا گیا تھا۔ خلفائے راشدین نے اس نظام کو مسلمانوں کی اجتماعی فلاح کے لیے استعمال کیا، جس میں رعایا اور مویشی دونوں کی ضروریات کا خیال رکھا گیا۔

- حضرت عمرؓ کا اقدام: آپؓ نے صدقہ اور جہاد کے گھوڑوں کے لیے مخصوص زمین کی حدود میں اضافہ کیا اور "السر" اور "الزبدۃ" علاقوں کو حمی قرار دیا۔[34]
- حضرت عثمانؓ کا اقدام: حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں صدقہ اور جہاد کے اونٹوں کی تعداد میں اضافہ ہوا تو انہوں نے حمی کی حدود میں مزید اضافہ کیا۔ مورخین نے اس اضافے کی مقدار کا تعین نہیں کیا ہے، لیکن یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے مسلمانوں کے مالدار افراد کو بھی حمی میں اپنے مویشی چرنے کی اجازت دی۔ ان کا تاویل یہ تھا کہ یہ مسلمانوں کی مصلحت کے پیش نظر ہے اور اس میں ان کا حق بھی بنتا ہے۔[35]

خلافت راشدہ میں زمین کی تقسیم اور اس کے انتظام میں عوامی فلاح کو مرکزی حیثیت دی گئی۔ حمی کی حدود میں توسیع نہ صرف صدقہ اور جہاد کے مویشیوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے ضروری تھی بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے نے معاشی وسائل کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بنایا۔ یہ اقدامات اسلامی خلافت کے فلاحی اور عملی حکمت عملی کی بہترین مثال ہیں جن کا مقصد معاشرتی عدل اور انصاف کا قیام تھا۔

۷۔ ذمیوں کی مالی عنایت اور حقوق کا خیال:

عہد خلافت راشدہ میں غیر مسلم رعایا، جنہیں اسلامی اصطلاح میں "ذمی" کہا جاتا ہے، کے ساتھ انصاف، رواداری اور مالی معاونت کے اصولوں کو عملی طور پر نافذ کیا گیا۔ ذمیوں کو معاشرتی تحفظ فراہم کرنا اسلامی ریاست کی ذمہ داری تھی، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ[36]

(اللہ تعالیٰ عدل کا، بھلائی کا اور قرابت داروں کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی کے کاموں، ناشائستہ حرکتوں اور ظلم و زیادتی سے روکتا ہے)

بھلائی کے ساتھ پیش آنے کا حکم کسی مخصوص طبقہ کے ساتھ خاص نہیں، اس لیے خلافت راشدہ میں جہاں مسلمانوں کے ساتھ اچھائی اور بھلائی کا سلوک کیا گیا، وہیں غیر مسلم رعایا کے حقوق کا خیال رکھنے کے ساتھ مالی معاونت اور اچھی کا سلوک اختیار کیا گیا۔ یعنی فقراء، کمزوروں اور معاشرتی طور پر نظر انداز کیے جانے والے افراد کی خدمت خلافتِ راشدہ کا نمایاں وصف تھا۔ جیسے

- نابینا بوڑھی عورت کا واقعہ: حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ ان خدمات میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ مدینہ کے مضافات میں ایک نابینا بوڑھی عورت کی خدمت کے لیے پہنچے، لیکن دیکھا کہ کوئی اور پہلے ہی اس کی ضرورت پوری کر چکا ہے۔ چنانچہ انہوں نے دیکھنے کی کوشش کی کہ یہ کون شخص ہے۔ جب پتہ چلا کہ یہ حضرت ابو بکرؓ ہیں، جو اُس وقت خلیفہ تھے، تو حضرت عمرؓ نے کہا: "یہ تو آپ ہیں؟ قسم ہے، واقعی آپ ہی ہیں۔"[37]

خلفائے راشدین نے غیر مسلم ذمیوں کے حقوق کا بھی پورا خیال رکھا۔

- بوڑھے ذمی سے سلوک: ایک موقع پر حضرت عمرؓ نے ایک بوڑھے ذمی کو مسجد کے دروازے پر بھیک مانگتے ہوئے دیکھا۔ آپؓ نے فرمایا: "ہم نے انصاف نہیں کیا اگر جوانی میں تم سے جزیہ وصول کیا اور بڑھاپے میں تمہیں بے سہارا چھوڑ دیا۔" پھر آپؓ نے بیت المال سے اس کے لیے وظیفہ مقرر کیا۔[38]
- ذمیوں سے برتاؤ: عام طور پر ذمیوں کے ساتھ انصاف، ان کو خوش رکھنے اور جزیہ یا خراج کے معاملے میں نرمی برتنے کے بے شمار واقعات موجود ہیں۔ ایک موقع پر کسی نے ذمیوں کے بارے میں پوچھا: "کیا ان سے سختی یا ظلم کے بغیر معاملات کیے جاتے ہیں؟" جواب دیا گیا: "ہاں، بغیر کسی تشدد یا جبر کے۔"[39]

عہدِ خلافت راشدہ میں غیر مسلم رعایا یعنی ذمیوں کے ساتھ عدل و انصاف، مالی معاونت اور رواداری کے اصولوں کو عملی جامہ پہنایا گیا اور فقراء اور کمزور افراد کی خدمت میں مثالی کردار ادا کیا۔ نابینا بوڑھی عورت کی خدمت کا واقعہ اور ذمی بزرگ کی مالی امداد کے علاوہ ذمیوں کے ساتھ مالی امور میں نرمی اور خوش دلی کا برتاؤ معمول تھا۔ جزیہ یا خراج میں جبر یا سختی کی ممانعت تھی، جس کا عملی ثبوت خلفاء کے طرزِ عمل سے ملتا ہے۔ یہ اعلیٰ اقدار آج بھی انسانی معاشروں کے لیے ایک مثالی نمونہ ہیں۔

۸. نظام البرید کے ذریعے رعایا کی خبر گیری:

عہد خلافت راشدہ میں اسلامی ریاست کا انتظامی ڈھانچہ مثالی نظم و ضبط کا مظہر تھا۔ خلافت کے دائرہ کار میں وسعت کے ساتھ نظم و نسق کے معاملات کو منظم کرنا وقت کی اہم ضرورت بن گیا۔ ریاست کو مؤثر انداز میں چلانے، رعایا کے مسائل کے بروقت حل اور حکومتی احکامات کی ترسیل کے لیے نظام البرید قائم کیا گیا، جسے آج کی ڈاک اور مواصلاتی خدمات کی بنیاد کہا جا سکتا ہے۔ یہ نظام نہ صرف حکومتی فیصلوں کی فوری ترسیل کا ذریعہ تھا بلکہ رعایا کے ساتھ خلافت کے براہ راست تعلق کو بھی مضبوط بناتا تھا۔ خلافت راشدہ کے دور میں اس نظام کو بہت فعال کیا گیا، مختلف مقام پر چوکیاں اسی مقصد کے لیے

بنائی گئی اور زیادہ لوگ اور جانور رکھے گئے۔اس نظام کو بہتر کرنے مقاصد یہ تھے :

- معلومات تک آسانی سے رسائی: حضرت عمرؓ کا مقصد رعایا کے معاملات کو آسان بنانا اور دار الخلافہ کو اس کے دور دراز علاقوں سے خاص طور پر جہاد کے محاذوں پر موجود فوجیوں اور مدینہ میں ان کے اہل خانہ کے ساتھ مربوط رکھنا تھا۔جب بھی کسی سرحدی محاذ سے قاصد کوئی پیغام لے کر آتا تو حضرت عمرؓ خود مجاہدین کی بیویوں کے گھروں میں جا کر ان کے شوہروں کے خطوط پہنچاتے۔[40]
- حالات پر گہری نظر: یہ توجہ صرف مجاہدین کے اہل خانہ تک محدود نہیں تھی بلکہ مختلف علاقوں میں بسنے والی رعایا کو بھی شامل کرتی تھی۔جب بھی کسی علاقے کا وفد حضرت عمرؓ کے پاس آتا تو آپ ان سے ان کے امیر کے بارے میں پوچھتے: "کیا وہ تمہارا حال دریافت کرتا ہے؟" اگر جواب مثبت ہوتا تو آپ مزید سوال کرتے: "کیا وہ تمہارے مریضوں کی عیادت کرتا ہے؟" اگر جواب مثبت ہوتا تو آپ پوچھتے: "کیا وہ غلاموں کی عیادت کرتا ہے؟" پھر پوچھتے: "کیا وہ کمزور لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے؟ کیا وہ اپنے دروازے پر لوگوں کو رسائی دیتا ہے؟" اگر ان میں سے کسی بھی سوال کا جواب نفی میں دیا جاتا تو حضرت عمرؓ فوراً اس امیر کو معزول کر دیتے۔[41]

عہد خلافت راشدہ میں نظام البرید ایک اہم ادارہ تھا جو رعایا کی خبر گیری اور حکومتی انتظام میں کلیدی کردار ادا کرتا تھا۔خلفائے راشدین نے اس نظام کے ذریعے نہ صرف ریاستی انتظام کو مضبوط بنایا بلکہ عوامی مسائل کے حل کو بھی یقینی بنایا۔ یہ نظام اسلامی نظم و نسق کا ایک روشن باب ہے جو آج بھی بہترین انتظامی اصول کے طور پر موجود ہے۔

۹. طہارت و نظافت اور رہائشی میں بہتری کا انتظام:

جسمانی اور روحانی اعتبار سے نظافت ایک اچھے معاشرہ اور فرد کی صلاحیتوں کو نکھارنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ دین اسلام صرف فرد کے ظاہری اور باطنی تزکیہ کی تلقین نہیں کرتا، بلکہ ایک اعلیٰ اور اچھے اوصاف سے مزین معاشرے کی تشکیل کی ضرورت پر زور دیتا ہے اور اس کے احکام اور عملی طریقہ کار کا بھی تعین کرتا ہے۔اسلام انسانی زندگی کے ہر پہلو کو پاکیزگی، صفائی اور بہتر انتظام کا پابند بناتا ہے اور ایسے پاکیزہ اور صحت مند معاشرتی نظام کا داعی ہے جس میں طہارت و نظافت کو نہایت اہمیت دی گئی۔ طہارت کی اہمیت کے بارے میں فرمان الہیٰ ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ[42]

(کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔)

یعنی صفائی اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے۔صفائی کی تلقین رحمت عالم ﷺ نے عملی طور پر فرمائی۔خلافت راشدہ

میں خلفائے راشدین نے طہارت و نظافت کے ساتھ ساتھ عوامی بہبود کے رہائشی مسائل کو حل کرنے کے لیے بہترین اقدامات کیے، جن کی بدولت معاشرہ صحت مند اور منظم ہوا۔ یہ اقدامات اسلامی تعلیمات کے عملی نفاذ کا شاندار مظہر تھے۔ جیسے

- راستوں کی تعمیر: شاہراہوں اور راستوں کو شہر کے مختلف معماری اجزاء کے درمیان رابطے کے لیے استعمال کیا گیا، جو ان کے درمیان رابطے کی شریانوں کا کردار ادا کرتے تھے۔ یہ راستے مسجد سے، جو مدینہ کا قلب اور مرکز تھا، نکلتے اور مختلف سمتوں میں پھیلتے تھے۔[43]
- نئی آبادی کا قیام: حضرت عمرؓ نے مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد اور وسیع زمینوں کی آبادکاری کی سخت ضرورت کو محسوس کیا تاکہ تعمیرات کی گنجائش بڑھے اور آبادی کا پھیلاؤ صرف مسجد نبویؐ کے قریبی علاقوں تک محدود نہ رہے۔[44]
- گھروں میں وسعت: بعض صحابہؓ نے اقتصادی حالات بہتر ہونے اور مسلسل فتوحات سے حاصل ہونے والے مال غنیمت کی بدولت اپنے گھروں کو وسعت دی۔ یہ توسیع دیگر صحابہ کے لیے قابل اعتراض نہ تھی کیونکہ وہ اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ ایک خوشحال معاشرے میں یہ امور ناپسندیدہ نہیں ہوتے۔[45]
- صفائی ستھرائی: خلفائے راشدین نے مسلمانوں کو صفائی اور جمالیات کا خیال رکھنے کی نصیحت کی، تاکہ یہ اسلامی تعلیمات کے مطابق ہو۔ حضرت عمر بن خطابؓ جب مکہ آئے تو وہ وہاں کی گلیوں سے گزرتے ہوئے لوگوں سے فرماتے: "اپنے گھروں کے صحن صاف کرو۔" اسی طرح آپؓ نے اپنے عاملین کو بھی اس سلسلے میں ہدایات دیں، جیسا کہ جب ابو موسیٰ اشعریؓ کو کسی مقام پر بھیجا تو انہیں صفائی کا خاص خیال رکھنے کا حکم دیا۔[46]
- تفریحی مقامات: مدینہ کے تفریحی مقامات اور عوامی باغات بھی اہمیت کے حامل تھے، جو عموماً پانی کے چشموں کے گرد واقع ہوتے تھے۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ قابل ذکر ہے کہ جب عام الرمادہ (قحط) کا خاتمہ ہوا اور بارشیں ہوئیں تو حضرت عمرؓ اپنے عربی نسل کے گھوڑے پر سوار ہو کر وادی العقیق گئے تاکہ وہاں سیلاب کے منظر کو دیکھیں اور اس نعمت کو محسوس کریں جو شدت کے بعد آئی تھی۔[47]

اسلام میں طہارت و نظافت فرد اور معاشرے دونوں کی بہتری کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ پاکیزگی کو پسند فرماتے ہیں اور صفائی کے ذریعے اپنے قرب کا ذریعہ بناتے ہیں۔ خلافت راشدہ کے دور میں خلفائے راشدین نے طہارت و نظافت کے اصولوں کو عملی طور پر نافذ کیا اور رہائشی مسائل کے حل کے لیے اہم اقدامات کیے۔ حضرت عمرؓ نے بڑھتی ہوئی آبادی کے لیے نئی زمینوں کو آباد کرنے کا اہتمام کیا تاکہ تعمیرات صرف مسجد نبویؐ کے ارد گرد محدود نہ رہیں۔

اقتصادی خوشحالی کے نتیجے میں صحابہ نے اپنے گھروں کو وسعت دی، جو اس وقت کے معاشرتی تقاضوں کے عین مطابق تھا۔ صفائی کے حوالے سے حضرت عمرؓ نے مکہ میں لوگوں کو اپنے صحن صاف رکھنے کی تلقین کی اور اپنے گورنروں کو صفائی کا خصوصی خیال رکھنے کی ہدایت دی۔ یہ تمام اقدامات اسلامی تعلیمات کے عملی نفاذ کا بہترین نمونہ تھے، جو ایک صحت منداور منظم معاشرے کی تشکیل کے لیے اہم ثابت ہوئے۔

۱۰. زراعت کے شعبہ میں اصطلاحات کے ذریعے:

خلافت راشدہ کے دور معاشرتی فلاح و بہبود کے لیے جو مختلف عملی اقدامات کیے گئے، ان میں سے ایک زراعت کا شعبہ بھی تھا، جو اس وقت معیشت کا بنیادی ستون تھا، اس میں اصلاحات متعارف کروا کر سماجی تحفظ کو یقینی بنایا گیا۔ خلفائے راشدین نے نہ صرف زمینوں کی تقسیم اور زرعی پیداوار کو بڑھانے کے اقدامات کیے بلکہ کسانوں کے حقوق کا بھی بھرپور تحفظ کیا۔ جیسے

زمینیں تقسیم کرنا: حضرت ابو بکرؓ نے زبیر بن عوام کو "الجرف" کا علاقہ عطا کیا،[48] جبکہ حضرت عمرؓ نے "العتیق" کا کچھ حصہ مختلف لوگوں کو عطا کیا، یہاں تک کہ وہ مقام قصر عروہ کے قریب پہنچ گیا۔ "العتیق" زراعت اور تعمیرات کے لیے ایک زرخیز میدان تھا۔[49] خلافت عثمانؓ کے دوران لوگوں نے "بقیع" میں سکونت اختیار کی، وہاں کنویں کھودے اور ہر طرف کھجور کے درخت اور دیگر اشجار لگائے۔[50]

زراعت کے لیے سب پانی کی اہمیت سے انکار ناگزیر ہے۔ مزید لوگوں کی ضروریات کو ملحوظ رکھتے ہوئے کنویں بنائے گئے۔ مدینہ منورہ میں کنوؤں کی تعداد میں اضافہ ہوا، اور اہل خیر نے ان کی دیکھ بھال میں خصوصی دلچسپی لی۔ لوگ خود یا اپنے غلاموں اور خدام کے ذریعے ان کنوؤں سے پانی نکال کر اپنی ضروریات پوری کرتے تھے۔ اس عمل میں مدینہ کی محدود رقبے اور مختلف علاقوں میں کنوؤں کی تقسیم نے اہم کردار ادا کیا۔

پانی کے کنویں: کچھ کنویں عوامی فائدے کے لیے وقف کیے گئے تھے۔ ان میں سے ایک "بئر اریس" تھی، جو حضرت عثمانؓ کے صدقات میں شامل تھی۔[51] اسی طرح حضرت ابو طلحہ انصاریؓ نے "بئر بیرحاء" صدقہ کر دی تھی۔ حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں ایک بڑا سیلاب آیا، جس سے مدینہ کے غرق ہونے کا خطرہ تھا۔ حضرت عثمانؓ نے سیلاب کو مسجد نبوی اور مدینہ سے روکنے کے لیے بند تعمیر کروایا۔[52]

رسول اللہ ﷺ کی تشریعات بھی اس زرعی معاشرے کی پانی کی ضرورتوں کو مدنظر رکھتی تھیں اور پانی کے استعمال کو آسان بنانے کے لیے رہنمائی فراہم کرتی تھیں۔ خلفائے راشدین نے آپ ﷺ کے احکام کو عملاً لاگو کیا اور لوگوں

کی ضروریات کو پورا کیا۔ ان اصلاحات کے ذریعے نہ صرف زرعی پیداوار میں اضافہ ہوا بلکہ سماجی تحفظ کو بھی یقینی بنایا گیا۔ کسانوں کو زمینوں کی آبادکاری کے بدلے میں تحفظ فراہم کیا گیا۔ مفتوحہ علاقوں کے کسانوں سے خراج عائد کیا گیا، مگر اس میں نرمی برتی گئی۔

زراعت کے شعبے میں کی جانے والی اصلاحات نے معاشی استحکام اور سماجی تحفظ کو فروغ دیا۔ زمینوں کی تقسیم، آبپاشی نظام کی بہتری اور کسانوں کے حقوق کا تحفظ وہ اقدامات تھے جن سے ایک منظم اور خوشحال معاشرے کی تشکیل ممکن ہوئی۔ یہ اصلاحات آج بھی جدید زرعی نظام کے لیے مشعل راہ ہیں۔

۱۱. یتیموں، بیواؤں وغیرہ کی کفالت کا انتظام

اسلام نے یتیموں، بیواؤں اور معاشرتی طور پر کمزور طبقات کے حقوق کا خاص خیال رکھا ہے اور ان کی کفالت کو ایک اہم ذمہ داری قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَى قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ"[53]

(اور وہ آپ سے یتیموں کے بارے میں سوال کرتے ہیں، کہہ دیجیے کہ ان کی بھلائی کرنا بہتر ہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قول و فعل کے ذریعے اس تعلیم کو عملی نمونہ بنایا، اور خلافت راشدہ میں ان اصولوں کا نفاذ بہترین طریقے سے کیا گیا۔ خلفائے راشدین نے بیت المال کے نظام کے تحت یتیموں، بیواؤں اور ضرورت مندوں کے لیے مستقل امدادی اقدامات کیے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے خلافت کی ذمہ داری سنبھالتے ہی سماجی بہبود کو ترجیح دی۔ آپؓ یتیموں کے گھروں میں خود جا کر ان کی ضروریات کا خیال رکھتے تھے۔ جیسے پہلے نابینا بوڑھی عورت کی خبر گیری کے واقعہ تذکرہ کیا گیا ہے۔[54] حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں بھی یتیموں اور بیواؤں کی کفالت کو خاص اہمیت دی گئی۔ آپؓ نے فرمایا:

"وَاللَّهِ لَئِنْ سَلَّمَنِي اللَّهُ لَأَدَعَنَّ أَرَامِلَ أَهْلِ الْعِرَاقِ لَا يَحْتَجْنَ إِلَى أَحَدٍ بَعْدِي أَبَدًا"[55]

(اللہ کی قسم! اگر اللہ نے مجھے مہلت دی تو عراق کی بیواؤں کو اس حال میں چھوڑوں گا کہ انہیں میرے بعد کسی کی محتاجی نہ ہو)

حضرت عمرؓ یتیم بچوں کے لیے خصوصی نگرانی کا اہتمام کرتے تھے۔ ایک موقع پر آپؓ نے رات کو ایک بیوہ کے گھر چکر لگایا اور جب بچوں کو روتے دیکھا تو خود بیت المال سے آٹا اور دیگر سامان لے کر آئے اور انہیں کھانا بنا کر دیا۔

حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ نے بھی یتیموں اور بیواؤں کی کفالت کے انتظام کو جاری رکھا۔ حضرت عثمانؓ نے بیت المال میں اضافی رقوم مختص کیں تاکہ معاشرتی بہبود کے کام مزید مؤثر طریقے سے انجام دیے جا سکیں۔

عہد خلافت راشدہ ایک ایسا مثالی دور تھا جس میں یتیموں اور بیواؤں کے حقوق کی مکمل پاسداری کی گئی۔ خلفائے راشدین نے بیت المال کے ذریعے ان کی کفالت کے لیے منظم اقدامات کیے، جو اسلامی ریاست کے عدل وانصاف اور رحم دلی کی بہترین مثال ہیں۔ یہ اقدامات آج کے سماجی نظام کے لیے بھی ایک رہنما اصول فراہم کرتے ہیں۔

۱۲. غلاموں کے حقوق اور آزادی

اسلام نے انسانی حقوق کی پاسداری کو ہمیشہ ترجیح دی اور غلامی جیسے نظام کو ختم کرنے کے لیے انقلابی اصلاحات نافذ کیں۔ قرآن مجید میں غلاموں کے ساتھ حسن سلوک اوران کی آزادی کی ترغیب دی گئی:

فَكُّ رَقَبَةٍ"[56]"

(کسی غلام کو آزاد کرنا)

کیونکہ غلامی سے بڑھ کر کوئی ذلت نہیں اور آزادی سے بڑھ کر کوئی حسن سلوک نہیں۔ اس لیے اس کا تذکرہ فرمایا۔ نبی کریم ﷺ نے نہ صرف غلاموں کے ساتھ اچھے سلوک کا عملی مظاہرہ کیا بلکہ ان کی آزادی کے لیے مختلف ذرائع بھی فراہم کیے۔ خلافت راشدہ میں ان اسلامی تعلیمات کو عملی شکل دی گئی اور غلاموں کو معاشرتی ترقی کا حصہ بنانے کے لیے اہم اقدامات کیے گئے۔ جیسے

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اسلام کے ابتدائی دور میں متعدد صحابہ کرام کو اپنی ذاتی دولت کے سے خرید کر آزاد کروایا۔

حضرت عمر فاروقؓ نے غلاموں کے حقوق کے تحفظ کو ریاستی پالیسی کا حصہ بنایا۔ انہوں نے مختلف طریقوں سے اس کے رواج کو کم کر دیا اور جس قدر قائم رکھا اس خوبی سے رکھا کہ غلامی غلامی نہیں بلکہ برادری اور ہمسری رہ گئی۔۔۔ پہلا کام یہ کیا کہ حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں قبائل مرتدہ میں جو لوگ لونڈی غلام بنائے گئے تھے، سب آزاد کر دیئے۔ اس کے ساتھ یہ اصول قائم کر دیا کہ اہل عرب کبھی کسی غلام نہیں ہو سکتے۔[57]

حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے ذاتی مال سے متعدد غلاموں کو آزاد کیا اور ان کے بہتر معاشی مستقبل کے لیے بھی اقدامات کیے۔ حضرت علیؓ نے غلاموں کو بھائیوں جیسا سمجھنے کی تاکید کی۔ خلفائے راشدین نے غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کی اس حدیث کو عملی جامہ پہنایا:

> حضرت ابو ذرؓ کو اس حالت میں دیکھا کہ ان کے جسم پر آدھا حلہ تھا اور ان کے غلام پر بھی اسی طرح کا (آدھا) حلہ تھا، میں نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا، کہا: تو انہوں نے بیان کیا کہ رسول

اللہ ﷺ کے عہد میں انہوں نے ایک آدمی کو برا بھلا کہا اور اسے اس کی ماں (کے عجمی ہونے) کی (بنا پر) عار دلائی، کہا: تو وہ آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو یہ بات بتائی، اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: "تم ایسے آدمی ہو جس میں جاہلیت (کی خو) ہے، وہ تمہارے بھائی اور خدمت گزار ہیں، اللہ نے انہیں تمہارے ماتحت کیا ہے، تو جس کا بھائی اس کے ماتحت ہو وہ اسے اسی کھانے میں سے کھلائے جو وہ خود کھاتا ہے اور وہی لباس پہنائے جو خود پہنتا ہے اور ان کے ذمے ایسا کام نہ لگاؤ جو ان کے بس سے باہر ہو اور اگر تم ان کے ذمے لگاؤ تو اس پر ان کی اعانت کرو"[58]

یہی وجہ ہے کہ خلافت راشدہ میں غلاموں کے حقوق کی متعین کیے گئے اور انہیں آزاد کرنے کی جانب توجہ دی گئی۔

- آزادی کے اقدامات: بیت المال سے مالی امداد فراہم کر کے غلاموں کی آزادی کے معاہدے (مکاتبت) کی ترغیب دی گئی۔ کفارات (روزہ یا قسم کے کفارے) میں غلام آزاد کرنے کو لازم قرار دیا گیا۔ ریاست نے غلاموں کو معاشرتی ترقی میں شامل کرنے کے لیے ہنر سکھانے کا بھی انتظام کیا۔

عہد خلافت راشدہ غلاموں کے حقوق اور ان کی آزادی کے حوالے سے ایک روشن مثال ہے۔ خلفائے راشدین نے نہ صرف غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کو فروغ دیا بلکہ ان کی آزادی کے لیے عملی اقدامات بھی کیے۔ یہ اقدامات اسلامی سماجی انصاف اور انسانی وقار کے اعلیٰ معیار کی عکاسی کرتے ہیں۔

۱۳. تعلیم کو فروغ دینا

اسلام نے تعلیم کو انسانی ترقی اور سماجی اصلاح کا بنیادی ذریعہ قرار دیا ہے۔ یہ کسی بھی فلاحی معاشرے کا بنیادی ستون ہے۔ تعلیم کی اہمیت قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خلفائے راشدین نے نبی اکرم ﷺ کی ان تعلیمات کو جاری رکھتے ہوئے تعلیم کے فروغ کے لیے انقلابی اقدامات کیے، جنہوں نے اسلامی تہذیب کو ایک علمی و فکری تمدن کی بنیاد فراہم کی۔ جیسے

- **حضرت ابو بکر صدیقؓ:** خلافت کے ابتدائی دور میں قرآن مجید کو ایک جگہ جمع کرنے کا اہم کام انجام دیا گیا تاکہ علمی سرمایہ محفوظ رہے۔ یہ کام حضرت زید بن ثابتؓ کی قیادت میں مکمل ہوا۔
- **حضرت عمر فاروقؓ:** آپؓ نے تعلیم کی اہمیت کے پیش نظر مدارس اور مکاتب قائم کیے اور اساتذہ کی تقرری کے لیے اقدامات کیے۔ اور اُن کے تنخواہ کا اہتمام کیا گیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے مفتوحہ علاقوں میں تعلیم کے فروغ کے لیے قاضیوں اور علمی ماہرین کی تقرری کو یقینی بنایا۔[59]

- **حضرت عثمان غنیؓ** نے قرآن مجید کے متعدد نسخے تیار کروا کر مختلف علاقوں میں بھیجے تاکہ قرآن کی تعلیم ہر جگہ عام ہو سکے اور **حضرت علیؓ** نے فقہ، تفسیر اور دیگر علوم کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا۔
- عملی اقدامات: مکاتب اور علمی مراکز کا قیام، قرآن مجید کی حفاظت اور تعلیم کو عام کرنے کے اقدامات، اساتذہ کی تقرری، علوم فقہ، تفسیر اور حدیث کی تدوین

عہد خلافت راشدہ میں تعلیم کو معاشرتی ترقی اور اخلاقی اصلاح کے لیے ایک اہم ستون کے طور پر فروغ دیا گیا۔ قرآن کی تعلیم، مکاتب کے قیام، اور علمی ماہرین کی سرپرستی کے ذریعے خلفائے راشدین نے ایک علمی انقلاب برپا کیا جو اسلامی تہذیب کا سنگ بنیاد ثابت ہوا۔

۱۴. معاشرتی ہم آہنگی کا فروغ

اسلامی ریاست کے قیام کا ایک اہم مقصد معاشرتی ہم آہنگی کا قیام تھا تاکہ مختلف طبقات کے درمیان اتحاد، محبت اور عدل و انصاف پر مبنی معاشرتی نظام پروان چڑھے۔ قرآن مجید نے معاشرتی ہم آہنگی کی تاکید فرمائی:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا"[60]"

(اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ نہ ڈالو)

خلفائے راشدین نے قرآنی حکم اور نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ کی پیروی کرتے ہوئے رواداری، انصاف اور بھائی چارے کو فروغ دیا۔ **حضرت ابو بکر صدیقؓ**: آپؓ نے قبائل کے درمیان اختلافات کو ختم کرنے کے لیے انصاف پر مبنی فیصلے کیے اور قبائل کو وحدت میں جوڑا۔ آپؓ نے فرمایا:

لَا يَدَعُ قَوْمٌ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ إِلَّا ضَرَبَهُمُ اللَّهُ بِالْفَقْرِ "[61]"

(اگر کوئی قوم جہاد ترک کرے تو اللہ تعالیٰ فقر میں انہیں مبتلا کر دیتے ہیں۔)

حضرت عمر فاروقؓ نے مختلف مذاہب اور طبقات کے ساتھ عدل کا مظاہرہ کیا۔ حضرت عثمانؓ نے معاشرتی تعلقات کو مضبوط رکھنے کے لیے امن و سلامتی کی پالیسیاں اختیار کیں۔ حضرت علیؓ نے مساوات پر مبنی معاشرت قائم رکھنے کے لیے فرمایا: "لوگ دو قسم کے ہیں: یا تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں یا انسانیت میں تمہارے برابر"[62]

خلفائے راشدین نے معاشرتی ہم آہنگی کے فروغ کے لیے عدل و انصاف، مذہبی رواداری اور برابری کی پالیسیوں کو نافذ کیا، جس سے ایک مثالی معاشرہ تشکیل پایا۔ ان کا طرز حکمرانی اسلامی تعلیمات کے عملی نفاذ کا بہترین نمونہ تھا۔

اسلامی تعلیمات میں سماجی تحفظ کو بنیادی حیثیت دی گئی ہے تاکہ معاشرے کے تمام افراد کو برابری کے مواقع فراہم ہوں اور فلاحی ریاست کا قیام ممکن ہو۔ دولت کی منصفانہ تقسیم، عدل و انصاف، یتیموں اور بیواؤں کی کفالت، غلاموں کے

حقوق، تعلیم وصحت کے فروغ جیسے اقدامات اسلامی سماجی نظام کی بنیاد ہیں۔ عہد خلافتِ راشدہ ان اصولوں کا عملی نمونہ پیش کرتا ہے، جو آج بھی ایک مثالی معاشرتی نظام کے قیام کے لیے رہنما ہیں۔

عصری سماجی مسائل اور اُن کا حل خلافتِ راشدہ کے سماجی تحفظ کے اقدامات کی روشنی میں:

عصری سماجی مسائل میں غربت، بے روزگاری، طبقاتی تفریق، عدالتی ناانصافی، صحت و تعلیم کی ناکافی سہولیات اور اخلاقی زوال شامل ہیں۔ خلافتِ راشدہ کے سماجی تحفظ کے اقدامات ان مسائل کا عملی اور مثالی حل پیش کرتے ہیں۔ جس کی وضاحت مختصراً پیش خدمت ہے۔

۱۵. **غربت و بے روزگاری**

- **عصری صورت حال:** معاشی عدم استحکام اور روزگار کے مواقع کی کمی۔
- **عملی اقدام:** خلافتِ راشدہ میں بیت المال کا نظام قائم کیا گیا جس کے تحت ضرورت مندوں کو مالی امداد فراہم کی جاتی تھی۔ آج کے دور میں مؤثر فلاحی ادارے اور انصاف پر مبنی مالی نظام اپنایا جا سکتا ہے۔

۱۶. **طبقاتی تفریق**

- **عصری صورت حال:** معاشرتی عدم مساوات۔
- **عملی اقدام:** خلافتِ راشدہ میں تمام افراد کو برابری کی بنیاد پر حقوق فراہم کیے گئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا: "سب انسان برابر ہیں، کوئی کسی پر فوقیت نہیں رکھتا۔" اس اصول کو عملی شکل دے کر سماجی انصاف قائم کیا جا سکتا ہے۔

۱۷. **عدالتی ناانصافی**

- **عصری صورت حال:** انصاف کے نظام میں سستی اور جانبداری۔
- **عملی اقدام:** خلافتِ راشدہ میں عدلیہ آزاد اور خود مختار تھی۔ حضرت علیؓ کے دور میں عدل وانصاف کی بہترین مثالیں قائم ہوئیں۔ آج بھی آزاد عدلیہ کو یقینی بنا کر انصاف کی فراہمی ممکن ہے۔

۱۸. **تعلیم وصحت کی ناکافی سہولیات**

- **عصری صورت حال:** تعلیم اور صحت کے شعبوں میں حکومتی توجہ کی کمی۔
- **عملی اقدام:** خلفائے راشدین نے تعلیم اور صحت کو عوامی فلاح کے اہم ستون قرار دیا۔ حضرت عمرؓ نے تعلیمی مراکز قائم کیے اور صحت کے بنیادی اصولوں پر عمل کیا۔ آج ان شعبوں میں سرمایہ کاری ضروری ہے۔

۱۹. اخلاقی زوال

- **عصری صورت حال:** اخلاقی اقدار کی کمی اور معاشرتی برائیاں۔
- **عملی اقدام:** خلافتِ راشدہ میں اسلامی تعلیمات کی بنیاد پر اخلاقی تربیت کی جاتی تھی۔ اسلامی اقدار کو فروغ دے کر معاشرتی اصلاح ممکن ہے۔

۲۰. خواتین کے حقوق کی پامالی

- **عصری صورت حال:** خواتین کے ساتھ امتیازی سلوک، تشدد اور عدم مساوات۔
- **عملی اقدام:** خلافتِ راشدہ میں خواتین کے حقوق کو مکمل تحفظ دیا گیا۔ حضرت عمرؓ نے خواتین کے لیے مالی معاونت اور انصاف کی فراہمی کو یقینی بنایا۔ موجودہ دور میں خواتین کے تحفظ کے قوانین کو مؤثر بنانا اور سماجی شعور بیدار کرنا ضروری ہے۔

۲۱. بچوں کے استحصال

- **عصری صورت حال:** چائلڈ لیبر، تعلیم سے محرومی، اور استحصال۔
- **عملی اقدام:** خلافت راشدہ میں یتیم اور بے سہارا بچوں کی کفالت کا مؤثر نظام موجود تھا۔ آج بھی حکومت اور سماجی ادارے بچوں کی تعلیم اور حقوق کے تحفظ کے لیے اقدامات کر سکتے ہیں۔

۲۲. ماحولیاتی آلودگی

- **عصری صورت حال:** ماحولیاتی تبدیلی اور آلودگی۔
- **عملی اقدام:** خلافت راشدہ میں قدرتی وسائل کے مؤثر استعمال اور ماحول کی حفاظت پر توجہ دی گئی۔ حضرت ابو بکرؓ کے دور میں زرعی زمینوں کی دیکھ بھال کو یقینی بنایا گیا۔ آج شجر کاری، صاف توانائی کے استعمال اور ماحول دوست پالیسیوں پر عمل ضروری ہے۔

۲۳. فرقہ واریت اور سماجی انتشار

- **عصری صورت حال:** مذہبی اور سماجی تفریق کے باعث معاشرتی انتشار۔

- **عملی اقدام:** خلافت راشدہ میں مختلف قبائل اور برادریوں کے درمیان مساوات کو فروغ دیا گیا۔ حضرت علیؓ نے امت میں اتحاد قائم رکھنے پر زور دیا۔ آج کے معاشرے میں بھی برداشت، مکالمہ اور اتحاد کے اصول اپنانے کی ضرورت ہے۔

۲۴. کرپشن اور بے ضابطگیاں

- **عصری صورت حال:** بدعنوانی اور بے ضابطگیوں کا عام ہونا۔
- **عملی اقدام:** خلافتِ راشدہ میں احتساب کا سخت نظام تھا۔ حضرت عمرؓ نے حکومتی افسران کا سخت احتساب کیا اور خود کو عوام کے سامنے جواب دہ سمجھا۔ شفافیت اور احتساب کے نظام کو آج بھی اپنانا ضروری ہے۔

۲۵. معاشرتی ہم آہنگی کی کمی

- **عصری صورت حال:** مختلف طبقات کے درمیان تناؤ اور عدم تعاون۔
- **عملی اقدام:** خلافت راشدہ میں ہر طبقے کو سماجی ہم آہنگی کے اصولوں کے تحت جوڑا گیا۔ آج مثبت سماجی روابط کے فروغ کے لیے اقدامات ناگزیر ہیں۔

۲۶. بڑھتی ہوئے نفسیاتی مسائل

- **عصری صورت حال:** ذہنی دباؤ، تنہائی، اور ڈپریشن۔
- **عملی اقدام:** خلافت راشدہ میں عوام کے لیے معاشرتی انصاف اور سکون بخش فضا فراہم کی گئی۔ موجودہ دور میں معاشرتی حمایت، روحانی رہنمائی اور ذہنی صحت کے مراکز اہم ہیں۔

۲۷. مہنگائی اور معاشی عدم استحکام

- **عصری صورت حال:** اشیائے خورد و نوش کی قیمتوں میں اضافہ اور معاشی دباؤ۔
- **عملی اقدام:** خلافت راشدہ میں منڈیوں کی نگرانی کی جاتی تھی تاکہ ناجائز منافع خوری کو روکا جا سکے۔ حضرت عمرؓ بازاروں کا دورہ کر کے قیمتوں کو معتدل رکھتے تھے۔ آج بھی حکومتی نگرانی اور معاشی پالیسیوں میں توازن کی ضرورت ہے۔

۲۸. بے گھر افراد کی بڑھتی تعداد

- **عصری صورت حال:** رہائش کی عدم دستیابی اور بے گھری۔

- **عملی اقدام:** خلافتِ راشدہ میں بیت المال کے ذریعے ضرورت مندوں کو رہائش فراہم کی جاتی تھی۔ موجودہ دور میں کم قیمت گھروں کے منصوبے اور فلاحی اداروں کی شمولیت ضروری ہے۔

۲۹. سوشل میڈیا اور اخلاقی بحران

- **عصری صورت حال:** غیر مہذب مواد کی ترویج اور منفی رویے۔
- **عملی اقدام:** خلفائے راشدین نے اخلاقیات کی تربیت کو بنیادی اہمیت دی۔ آج بھی مثبت مواد کی ترویج، اخلاقی تعلیمات اور قوانین کے نفاذ کی ضرورت ہے۔

۳۰. معاشرتی بے حسی اور تعاون کی کمی

- **عصری صورت حال:** افراد کے درمیان سماجی ذمہ داری کا فقدان۔
- **عملی اقدام:** خلافت راشدہ میں ہر فرد کو اپنے معاشرتی فرائض ادا کرنے کا پابند بنایا جاتا تھا۔ عوامی شعور بیدار کرنے سے تعاون کی فضا پیدا کی جاسکتی ہے۔

۳۱. انتہا پسندی اور تشدد

- **عصری صورت حال:** معاشرتی رویوں میں شدت اور برداشت کا فقدان۔
- **عملی اقدام:** خلافت راشدہ میں مکالمہ، رواداری اور امن کو فروغ دیا گیا۔ آج بھی بین المذاہب ہم آہنگی اور تعلیم و تربیت کے ذریعے انتہا پسندی پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

۳۲. صنفی امتیاز اور معاشرتی تفریق

- **عصری صورت حال:** خواتین اور اقلیتوں کے ساتھ ناانصافی۔
- **عملی اقدام:** خلافت راشدہ میں اقلیتوں اور خواتین کے حقوق کا مکمل تحفظ کیا گیا۔ موجودہ معاشرے میں مساوات کے اصولوں پر عمل لازمی ہے۔

۳۳. معذور افراد کے حقوق

- **عصری صورت حال:** معذور افراد کے لیے سہولیات کی کمی۔
- **عملی اقدام:** خلافت راشدہ میں معذور افراد کی کفالت اور روزگار کی فراہمی کو یقینی بنایا گیا۔ موجودہ دور میں خصوصی سہولیات اور مواقع فراہم کیے جانے چاہیں۔

۳۴. پروپیگنڈا کی کیفیت:

- **عصری صورت حال:** غلط معلومات کی ترویج۔
- **عملی اقدام:** خلفائے راشدین نے سچائی اور دیانت داری کو فروغ دیا۔ آج صحافت کے اصولوں میں اخلاقیات کی پابندی کو لازم ہو۔

۳۵. بڑھتی ہوئی جرائم کی شرح

- **عصری صورت حال:** چوری، ڈاکہ زنی اور دیگر جرائم کا فروغ۔
- **عملی اقدام:** خلافت راشدہ میں سخت عدالتی نظام قائم تھا، جہاں فوری انصاف فراہم کیا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ کے دور میں چوری کے انسداد کے لیے معیشتی تحفظ بھی فراہم کیا گیا تاکہ لوگ مجبور ہو کر جرم نہ کریں۔

۳۶. خوراک کا بحران

- **عصری صورت حال:** غذائی قلت اور کھانے پینے کی اشیاء کا ضیاع۔
- **عملی اقدام:** خلافت راشدہ میں زراعت کے فروغ اور وسائل کے مناسب استعمال پر زور دیا گیا۔ آج کے دور میں زراعت میں جدید اصلاحات اور خوراک کے ضیاع کی روک تھام ضروری ہے۔

۳۷. بنیادی ڈھانچے (Infrastructure) کی خستہ حالی

- **عصری صورت حال:** سڑکوں، پلوں اور شہری سہولیات کا بگاڑ۔
- **عملی اقدام:** خلافت راشدہ میں عوامی ترقیاتی منصوبوں پر توجہ دی گئی۔ حضرت عثمانؓ کے دور میں پینے کے پانی کے لیے کنوؤں کی کھدائی اور سڑکوں کی تعمیر کی گئی۔ آج بھی بنیادی ڈھانچے پر توجہ دے کر عوامی سہولیات بہتر بنائی جا سکتی ہیں۔

۳۸. عالمی تعلقات میں کشیدگی

- **عصری صورت حال:** ممالک کے درمیان تناؤ اور جنگیں۔
- **عملی اقدام:** خلافت راشدہ میں امن کے فروغ اور معاہدوں کی پاسداری کی گئی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے خارجی معاملات میں حکمت اور انصاف پر مبنی پالیسی اختیار کی۔ آج سفارتی تعلقات میں امن اور مذاکرات پر زور دینا ضروری ہے۔

۳۹. **مقروض معاشرتی طبقات**

- **عصری صورت حال:** بڑھتا ہوا قرض اور سود کی لعنت۔
- **عملی اقدام:** خلافت راشدہ میں سود کو سختی سے ممنوع قرار دیا گیا اور مقروض افراد کی مدد کے لیے بیت المال کا نظام قائم تھا۔ سود کے خاتمے اور قرض کی منصفانہ فراہمی کے اصول اپنانا ضروری ہے۔

۴۰. **پانی کی قلت اور ماحولیاتی تبدیلی**

- **عصری صورت حال:** پانی کی کمی اور ماحولیاتی تبدیلی کے اثرات۔
- **عملی اقدام:** خلافت راشدہ میں پانی کے وسائل کی حفاظت اور زراعت کے لیے بہترین نظام بنایا گیا۔ آج پانی کے ضیاع کی روک تھام اور شجر کاری کو فروغ دینا ضروری ہے۔

۴۱. **عدم برداشت اور معاشرتی انتشار**

- **عصری صورت حال:** اختلافات کو برداشت نہ کرنے کا رویہ۔
- **عملی اقدام:** خلفائے راشدین نے اختلافات کو حکمت اور مشاورت سے حل کیا۔ حضرت علیؓ نے مکالمے کے ذریعے امن و سکون کی فضا قائم کی۔ معاشرتی برداشت کو فروغ دینے کے لیے تعلیمی و تربیتی اقدامات ضروری ہیں۔

۴۲. **دیہی علاقوں کی پسماندگی**

- **عصری صورت حال:** دیہی علاقوں میں ترقیاتی منصوبوں کا فقدان۔
- **عملی اقدام:** خلافت راشدہ میں شہری و دیہی علاقوں کو یکساں ترقی دی گئی۔ آج دیہی ترقیاتی منصوبے اور عوامی سہولیات کی فراہمی کو یقینی بنانا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

خلافتِ راشدہ کے سماجی اقدامات آج کے ہر شعبے میں رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ ان اصولوں کو اپنانا موجودہ معاشرتی بحرانوں کے بہترین حل کی اور ان کی وجہ سے ایک پرامن، منصفانہ اور فلاحی معاشرہ تشکیل دیا جا سکتا ہے۔

خلاصہ بحث اور نتائج:

- خلافت راشدہ کا سماجی تحفظ کا نظام اپنے وقت کا ایک مثالی نظام تھا جس کی افادیت آج بھی مسلم ہے۔
- عدل و انصاف، معاشرتی مساوات، انسانی حقوق کا تحفظ اور رفاہ عامہ کے منصوبے اقوام عالم کے لیے نظیر ہیں۔

- موجودہ دور میں جب دنیا غربت، طبقاتی تقسیم، اور سماجی ناانصافی جیسے مسائل کا شکار ہے، تو ایسے حالات میں معاشی ناہمواری کو ختم کرنے کے لیے بیت المال، زکوٰۃ و صدقات کے نظام کو اپنانے کے ساتھ اسلامی اصولوں کی روشنی میں اُن کو عملی اعتبار سے لاگو کرنے کی اشد ضرورت ہے، جس معاشی ناہمواری کے ساتھ معاشرتی ناانصافی جیسے مسائل بھی حل ہو جائیں گے۔ اس لیے زکوٰۃ کے نظام کو عملاً اپنایا جائے۔
- قیمتوں کے استحکام، منافع خوری کے خاتمے، اور معیاری اشیاء کی دستیابی کے لیے سخت اقدامات کی ضرورت ہے۔ مارکیٹوں اور منڈیوں میں سماجی ناانصافی اور افراد کو آسانیاں پیدا کرنے کے لیے اسلامی طریقہ تجارت کو اپنانے کی ضرورت ہے، جس کے لیے کمیٹیاں تشکیل دی جائیں، جن کی تربیت اسلامی اصولوں کی روشنی میں کی جانی چاہیے۔
- ماحولیاتی تبدیلی کی وجہ سے اس وقت صاف پانی کی کمی اور پانی کی قلت کا سامنا ہے۔ اُس کے لیے حکومتی سطح پر ایسا منظم اور فعال ادارہ قائم کیا جائے جو ہنگامی بنیادوں پر ان مسائل کا حل تلاش کرے۔ اس ٹیم تعمیر کیے جائیں، چشمے ، کنوں اور نہریں بنائی جائیں، عہدِ خلافتِ راشدہ میں اس مسئلہ کی جانب خصوصی توجہ دی گئی۔
- خلافتِ راشدہ میں ریاست عوام کو خوراک، لباس، صحت اور تعلیم جیسی بنیادی سہولیات مفت فراہم کرتی تھی، آج ضرورت اس امر کی ہے عوام کی خوراک، لباس اور معیاری تعلیم فراہم کرنے کے اقدام کیے جائیں۔
- جدید معاشروں میں تعلیمی نظام طبقاتی تفریق کا شکار ہے، جس کی وجہ سے غریبوں کو معیاری تعلیم میسر نہیں آتی۔ خلافتِ راشدہ میں تعلیم کو بنیادی حق سمجھا جاتا تھا، علمائے کرام اور معلمین کی سرپرستی کی جاتی تھی۔ آج کے تعلیمی نظام کو خلافت کے ماڈل پر استوار کر کے سب کے لیے یکساں اور معیاری تعلیم کو ممکن بنایا جاسکتا ہے۔
- عدالتی نظام کے ذریعے حق دار کو اُس حق ملنا نہایت مشکل ہے، جب کہ خلافت راشدہ کے عدالتی نظام میں امیر و غریب سب برابر اور جلد فیصلے ہوتے تھے۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ عدالتی نظام میں اسلامی عدالتی قانون کی روشنی میں مؤثر اصطلاحات کر کے جلد اور اعلیٰ پیمانوں پر انصاف کی سہولت فراہم کی جائے۔ اس میں قانونی پیچیدگیاں اور قانونی مشکلات کو دور کیا جائے۔
- سماجی تحفظ میں غریب و مسکین کو مہنگائی کے دور میں سہولیات فراہم کرنا نہایت ضروری ہے۔ منڈیوں کی ناجائز منافع خوری کو ختم کر کے حکومتیں اپنے ورکرز کے ذریعے بازاروں کی نگرانی کر کے عوام کو سستی اور معیاری اشیاء فراہم کرنے میں اپنا کردار ادا کریں۔
- خلفائے راشدین کے عہد کے مضبوط سماجی اقدامات ہمیں یہ درس دیتے ہیں کہ مذہبی اور اخلاقی بنیادوں پر ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیا جاسکتا ہے جو ہر شہری کی بنیادی ضروریات پوری کرنے کی ضمانت دیتا ہے۔

- بدعنوانی اور اقربا پروری کی وجہ سے عوامی فلاح و بہبود کے منصوبے متاثر ہوتے ہیں۔ آج کے جمہوری نظام میں بھی مشاورت، شفافیت اور انصاف کے اسلامی اصولوں کو اپنانے کی اشد ضرورت ہے، تب ہی حقیقی فلاح اور سماجی تحفظ ممکن ہیں۔
- اخلاقی زوال اور جرائم میں اضافہ ہو رہا ہے، جس سے معاشرتی بگاڑ پیدا ہو رہا ہے۔ خود احتسابی کے عمل اور اخلاقی و دینی تعلیم کے فروغ اور حکومتی سطح پر اخلاقی اور روحانی تربیت کی خصوصی اداروں کے قیام کے ذریعے معاشرتی برائیاں کم کی جاسکتی ہیں۔

---

1. Social Security- International Labour Organization, https://www.ilo.org>media>download., Date:5/02/2025, Time:09:30 AM

2۔ السعید، صادق مہدی، الدکتور، العمل والضمان الاجتماعی فی الاسلام، بغداد،: مطبعۃ المعارف، ۱۹۶۶ء، ص ۱۳-۱۴۔

3۔ سورۃ الذاریات ۵۱:۱۹

4۔ سواتی، صوفی عبدالحمید، مولانا، معالم العرفان فی دروس القرآن، گوجرانوالہ: مکتبہ دروس القرآن فاروق گنج، ۲۰۰۷ء، ۲۹۶/۱۷-۲۹۹۔

5۔ ابن راھویہ، اسحاق بن ابراہیم، مسند اسحاق بن راھویہ، المدینۃ المنورۃ: مکتبہ الایمان، ۱۹۹۱ء، ۴۴۹/۱، رقم الحدیث: ۵۲۱؛ مسلم بن الحجاج، صحیح المسلم، رقم الحدیث: ۲۵۶۴

6۔ سورۃ الحشر ۵۹:۰۷

7۔ سورۃ المعارج ۷۰:۲۴-۲۶

8۔ Jaffar, Saad. "Da'wah in the early era of Islam: A review of the Prophet's Da'wah Strategies." IHYA-UL-ULUM 21, no. 2 (2021).

9۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الادب المفرد، بیروت: دار البشائر الاسلامیہ، ۱۹۸۹ء، ص ۵۲، رقم الحدیث: ۱۱۲۔ قال الشیخ الالبانی: صحیح

10۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۶۰۰۵

11۔ صدیقی، محمد نجات اللہ، ڈاکٹر، اسلام کا نظریہ ملکیت، نئی دہلی: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، ۱۹۸۷، ص ۲۱۰

12۔ اسرار احمد، ڈاکٹر، اسلام کا معاشی نظام، لاہور: مرکزی انجمن خدام القرآن، ۱۹۸۵ء، ص ۱۹-۲۰

13۔ سورۃ التوبۃ ۹:۳۴

14۔ البخاری، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۵۳۵۲

15۔ سورۃ النحل ۱۶:۹۷

16 ابن سعد، محمد بن سعد، الطبقات الکبری، بیروت: دار صادر، ۱۹۶۸ء، ۲۹۹/۳

17۔ الطرطوشی، محمد بن محمد، سراج الملک، مصر: من اوائل المطبوعات العربیہ، ۱۸۷۲ء، ص ۱۳۳

[18]۔الطبری، محمد بن جریر، تاریخ الطبری۔تاریخ الرسل والملوک، بیروت: دارالتراث، ۱۳۸۷ھ، ۴/۲۵۴

[19]۔ایضاً، ۴/۲۴۵-۲۴۶

[20]۔علی بن ابی طالب (کی طرف منسوب)، نہج البلاغۃ، مدون، علامہ سید رضی، مترجمہ، مفتی جعفر حسین، لاہور: المعراج کمپنی، ۲۰۰۳ء، ص ۶۲۲

[21]۔ابی داؤد، سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۲۹۲۸، کتاب الخراج، باب مایلزم الامام۔۔

[22]۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۳/۳۱۶-۳۱۷

[23]۔ Ayub, Shahzada Imran, Saad Jaffar, and Asia Mukhtar. "ENGLISH-CHALLENGES CONFRONTED BY CONTEMPORARY MUSLIM WORLD AND THEIR SOLUTION IN THE LIGHT OF SEERAH." The Scholar Islamic Academic Research Journal 6, no. 1 (2020): 379-409.

[24]۔ ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، البدایۃ والنھایۃ، القاھرۃ: دار ھجر، ۲۰۰۳ء، ۱۰/۱۸۶

[25]۔ ابن عساکر، علی بن الحسن، تاریخ دمشق، محقق، عمرو بن غرامہ، بیروت: دار الفکر، ۱۹۹۵ء، ۴۴/۳۴۶-۳۴۹

[26]۔ سورۃ آل عمران ۳: ۹۲

[27]۔ الطرابلسی، برھان الدین ابراہیم بن موسیٰ، الاسعاف فی احکام الاوقاف، محقق: الدکتور صلاح محمد، اردن: دار الفاروق، ۲۰۱۵ء، ص ۱۵

[28]۔ ابن شبۃ، عمر بن شبۃ، تاریخ المدینۃ، محقق: فھیم محمد شلتوت، جدۃ: السید حبیب محمود احمد، ۱۳۹۹ھ، ۱/۲۲-۲۲۹

[29]۔ ابن سعد، محمد بن سعد، الطبقات الکبری، ۱/۴۷۴؛ السمھودی، علی بن عبداللہ، وفاء الوفاء باخبار دار المصطفی، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۹ھ، ۴/۲۰-۲۳

[30]۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۲۳۳۵

[31]۔ الطحاوی، احمد بن محمد بن سلامۃ، شرح معانی الآثار، محقق: محمد زھری النجار وغیرہ، بیروت: عالم الکتب، ۱۹۹۴ء، ۳/۲۷۰، رقم الحدیث: ۵۳۱۶

[32]۔ ایضاً

[33]۔ حمی سے مراد، زمین کا وہ مخصوص حصہ ہوتا ہے، جسے صدقہ اور جہاد کے مویشیوں کے چارہ کے لیے مختص کیا جاتا ہے یا فقراء کے مویشیوں کے لیے۔اس زمین میں عام مسلمانوں کو اپنے مویشی چرانے کی اجازت نہیں۔

[34]۔ العینی، محمود بن احمد، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، بیروت: دار احیاء التراث العربی، س ن، ۱۴/۳۰۵

[35]۔ السمھودی، وفاالوفاء، ۳/۲۲۵؛ ابن عبدالبر، یوسف بن عبداللہ، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، بیروت: دار الجیل، ۱۹۹۲ء، ۲/۸۴۷

[36]۔ سورۃ النحل ۱۶: ۹۰

[37]۔ ابن الاثیر، علی بن محمد، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، محقق: ابو الفداء عبداللہ، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۸۷ء، ۲/۲۶۵

[38]۔ ابو عبید، قاسم بن سلام، الاموال، محقق: خلیل محمد ھراس، بیروت: دار الفکر، س ن۔ ص ۵۶

[39]۔ البلاذری، احمد بن یحیٰ، فتوح البلدان، بیروت: مکتبہ الھلال، ۱۹۸۸، ص ۱۳۱

[40]۔ البلاذری، فتوح البلدان، ص ۱۳۰؛ طبری، تاریخ طبری، ۴/۲۶۰

[41]۔الطرطوشی، سراج الملوک، ص ۱۳۴؛ طبری، تاریخ طبری، ۴/۲۲۶

[42]۔ سورۃ البقرۃ ۲: ۲۲۲

[43]۔ عثمان، محمد عبدالستار، الدکتور، المدینۃ الاسلامیۃ، الکویت: المجلس الوطنی للثقافۃ، ۱۹۸۸ء، ص ۵۱

[44]۔ راجع شراب، محمد محمد حسن، اخبار الوادی المبارک، العقیق، المدینۃ المنورۃ: مکتبہ دار التراث، ۱۹۸۵ء، ص ۱۷۷

45۔ ابن شبہ، تاریخ المدینہ، ۲۳۰/۱

46۔ ابن ابی شیبہ، عبداللہ بن محمد، المصنف فی الاحادیث والآثار، محقق: کمال یوسف الحوت، الریاض: مکتبہ الرشد، ۱۴۰۹ء، ۲۶۴/۵؛ المتقی الھندی، کنز العمال، ۲۲۸/۱۲

47۔ ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، بیروت: داالکتب العلمیۃ، ۱۴۱۵ء، ۱۴۱/۲

48۔ ابن سعد، محمد بن سعد، الطبقات الکبری، ۱۰۴/۳

49۔ السمھودی، وفاالوفاء، ۱۸۹/۳؛ المطری، جمال الدین محمد بن احمد، التعریف بماانست الھجرۃ من معالم ڈاراالھجرۃ، الریاض: دارۃ الملک عبدالعزیز، ۲۰۰۵ء، ص۱۸۶

50۔ ایضاً، ۴۹/۴

51۔ ابن کثیر، البدایۃ والنھایۃ، ۳۲۹/۱۰

52۔ ابن شبۃ، تاریخ المدینۃ، ۱۶۹/۱

53۔ سورۃ البقرۃ ۰۲: ۲۲۰

54۔ صفحہ نمبر ۱۳

55۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۳۳۷/۳

56۔ سورۃ البلد ۹۰: ۱۳

57۔ نعمانی، علامہ شبلی، الفاروق، کراچی: دارالاشاعت، ۱۹۹۱ء، ۲۹۵/۲

58۔ القشیری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۴۳۱۵

59۔ شبلی، الفاروق، ۱۸۵/۲-۱۹۵، ملخص

60۔ سورۃ آل عمران ۰۳: ۱۰۳

61۔ معمر بن راشد، الجامع، محقق: حبیب الرحمن الاعظمی، بیروت: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ، ۳۳۶/۱۱، رقم الحدیث: ۲۰۷۰۲۔ ملحق بمصنف عبدالرزاق

62۔ علی بن ابی طالب، نہج البلاغۃ، ص ۴۵۰